اصلاحِ اُمت

دعوت و تبلیغ کا داعی

سلسلہ نمبر 165 | ذوالحجہ/محرم 1448ھ | 2026 جون

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن

خلیفہ دوم

حضرت عمر فاروقؓ

خلیفہ سوم

حضرت عثمان غنیؓ

شہید کربلا نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت حسینؓ

ڈاکٹر مفتی نعمان نعیم

رئیس و مہتمم

الجامعة البنورية العالمية

تیار کردہ شعبہ تصنیف و تحقیق

https://www.binoria.org/ColumnNigar/JournalView

الجامعۃ البنوریۃ العالمیۃ پر ایک طائرانہ نظر

(1) سنگ بنیاد : 1978ء بدست مبارک : حضرت قاری عبدالحلیمؒ

(2) مہتمم اول: مفتی محمد نعیمؒ مہتمم ثانی : مولانا محمد نعمان نعیم زید مجدہم

(3) ملکی وغیر ملکی طلباء: 4500عدد طالبات : 700عدد

(4) تعلیمی شعبہ جات:

ا۔ناظرہ وحفظ قرآن ۲۔درس نظامی ۳۔تخصص فی الفقہ ۴۔تخصص التفسیر ۵۔تخصص فی الحدیث ۶۔دارالتصنیف والتحقیق ۷۔دارالافتاء والقضاء ۸۔آن لائن اکیڈمی ۹۔انٹرمیڈیٹ کالج ۸۔انفوٹیک کالجیٹ ۹۔عربی،انگلش،چائنیز لینگویج،سینٹر ۱۰۔نظام مکتب۔

(5) رفاہی،سماجی،غیر نصابی شعبہ جات:

ا۔بنوریہ ویلفیئر ٹرسٹ ۲۔بنوریہ اسکلز ڈیویلپمنٹ سینٹر (BSDC)۳۔میڈیکل سینٹر ۴۔وفاق المساجد ۵۔اعانت نومسلم ۵۔اخبار المدارس ۶۔بنوریہ میڈیا ۷۔شرعیہ کنسلٹنسی ۸۔تعمیرات ۹۔اسپورٹ ۱۰۔سیکوریٹی ۱۱۔اکاؤنٹس ۱۲۔آن لائن فتاوی ۱۳۔اصلاحِ اعمال ۱۴۔فارن افیئرز ۱۵۔شعبہ جوازات

(6) شاخہائے جامعہ اندرون ملک:

ا۔مدرسہ تحفیظ القرآن ناظم آباد گول مارکیٹ 2۔جامعہ دراسات الاسلامیہ ناظم آباد نمبر 7 نزد عباسی شہید ہسپتال 3۔جامعہ حنفیہ اورنگی ٹاؤن کراچی 4 جامعہ عربیہ اسلامیہ کمشنر سوسائٹی اسکیم 33 ابوالحسن اصفہانی روڈ نزد مبینہ ٹاؤن تھانہ گلشن اقبال 4۔مدرسہ دارارقم گلشن اقبال کراچی 5۔مدرسہ ومسجد صدیقیہ فاطمہ جناح کالونی جمشید روڈ نمبر 3،9۔جامع مسجد ومدرسہ عمر ابن الخطابؓ بلاک A.4 گلشن اقبال عقب پٹیل ہسپتال

(7) بیرون ممالک جامعہ سے ملحق ادارے:

☆ معہد تحفیظ القرآن،ملائیشیا ☆ دارالعلوم نیویارک،امریکہ ☆ لندن اسلامک سینٹر ،برطانیہ

☆ دارالعلوم الاسلامیہ،ملائیشیا ☆ مدرسہ اصحاب الصفہ،استنبول،ترکی ☆ اسلامی مرکز ٹیکساس،امریکہ ☆ بینکاک اسلامی مرکز،تھائی لینڈ

(8) اسٹاف کی تعداد: اساتذہ کرام 265،معلمات 50,شعبہ بیرون 40،ملازمین 85،کل تعداد 440

(9) جامعہ کی ذریعہ آمدن: عامۃ الناس کے چندے،مخیر حضرات کے تعاون کے علاوہ عطیات،ذکوۃ،خیرات،فدیہ صوم وصلوۃ وغیرہ

(10) ماہانہ اخراجات=/18,000,000: ،سالانہ اخراجات=/216,000,000:اکیس کروڑ ساٹھ لاکھ روپے

(11) بنوریہ وژن: طلباء وطالبات کیلئے ایسا ماحول فراہم کرنا جس میں سیکھنے کے مواقع اور کوالٹی ایجوکیشن فراہم کرنے کے ساتھ مہذب اور شائستہ معاشرے کے ہر شعبہ ہائے زندگی میں تشکیل کیلئے رجالِ کار فراہم کرنا۔

(12) اپیل : آپ سے گذارش ہے کہ اپنی ہر قسم کی تسلی کرنے کے بعد کے طلباء وطالبات کا حسب استطاعت زکوٰۃ،خیرات، صدقات،صدقۃ الفطر،فدیہ صوم وصلوٰۃ و دیگر مدات میں تعاون فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مؤمن

شہادت دینِ اسلام کا ایک ایسا عظیم اور پاکیزہ تصور ہے جو مؤمن کی زندگی کا حقیقی حاصل اور بندگی کا عروج ہے۔ شہادت کا لغوی معنی ''گواہی دینا'' ہے، اور شرعی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی، حق کی حفاظت اور باطل کی سرکوبی کے لیے اپنی سب سے قیمتی متاع یعنی جان کا نذرانہ پیش کر دینے کو شہادت کہتے ہیں۔ ایک مؤمن کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی تمنا نہیں ہو سکتی کہ اس کی موت اللہ کے راستے میں آئے اور اس کا خون دینِ اسلام کی آبیاری کرے۔ یہ وہ عظیم رتبہ ہے جس کی تمنا خود انبیاءِ کرامؑ، صحابہ عظامؓ اور سلف صالحینؒ نے ہمیشہ اپنے دلوں میں پروان چڑھائی۔

شہادت اور خودکشی کا فرق:

موجودہ دور میں فکری مغالطوں کی وجہ سے بعض لوگ شہادت اور خودکشی کے مابین فرق کو سمجھنے میں فاش غلطی کرتے ہیں، حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ خودکشی مایوسی، بزدلی، اللہ کی رحمت سے ناامیدی اور دنیاوی پریشانیوں و تکالیف سے فرار کا نام ہے، جس کو اسلام نے سنگین ترین گناہ اور سراسر حرام قرار دیا ہے اور اس پر سخت اخروی عذاب کی وعیدیں فرمائی ہیں۔ اس کے برعکس، شہادت امید، شجاعت، ایمان کی پختگی، اعلائے کلمۃ اللہ اور اللہ کی رضا کے حصول کا نام ہے۔ شہید دنیا سے فرار نہیں ہوتا بلکہ حق کی خاطر دنیا

کی سب سے بڑی جابر طاقت سے ٹکرا جاتا ہے اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے امت کے رگ و پے میں نئی روح پھونک دیتا ہے۔

شہادت کی تمنا اور اس کے آداب:

شہادت کی تمنا کرنا ہر سچے مؤمن کا شیوہ اور ایمان کی علامت ہے، تاہم اس کے کچھ آدابِ عالیہ ہیں۔ نیت کا خالص ہونا اس کی سب سے بنیادی شرط ہے۔ شہادت کی آرزو محض نام و نمود، بہادری کی دھاک بٹھانے، دنیاوی شہرت یا کسی قومی و عصبانی جذبے کے لیے نہیں ہونی چاہیے، بلکہ اس کا واحد مقصد اللہ تعالیٰ کے کلمے کو بلند کرنا ہونا چاہیے۔ اگر نیت میں سچا اخلاص ہو تو بستر پر مرنے والا بھی اللہ کی رحمت سے شہید کا درجہ پا سکتا ہے۔

قرآنِ کریم میں شہادت اور شہدا کے فضائل

قرآنِ مجید نے شہداء کے مقام و مرتبہ کو اتنے بلند اور اچھوتے الفاظ میں بیان کیا ہے کہ عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں مختلف مقامات پر شہداء کی عظمت کا اعلان اس طرح فرمایا ہے:

۱۔ قرآنِ کریم کا ارشاد ہے: وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ (البقرہ، 154)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تم (ان کی حیات کا) شعور نہیں رکھتے۔

۲۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ

أَحۡيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمۡ يُرۡزَقُونَ (آل عمران 169)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے انہیں ہرگز مردہ نہ سمجھنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، انہیں رزق دیا جاتا ہے۔

۳۔ شہدا اللہ کے فضل اور اس کی نعمتوں پر خوش ہوتے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والے بھائیوں کے لیے بھی خوشخبری پاتے ہیں کہ انہیں بھی کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا (دیکھیے: آل عمران 170-171)

۴۔ ارشادِ ربانی ہے: إِنَّ اللَّهَ اشۡتَرَىٰ مِنَ الۡمُؤۡمِنِينَ أَنفُسَهُمۡ وَأَمۡوَالَهُم بِأَنَّ لَهُمُ الۡجَنَّةَ (التوبہ 111)

ترجمہ: بلاشبہ اللہ نے مؤمنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال اس بات کے عوض خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے۔

احادیثِ مبارکہ میں شہادت کے فضائل

احادیثِ نبویہ ﷺ میں شہادت کے فضائل کا ایک وسیع اور ایمان افروز ذخیرہ موجود ہے جو ہر دور کے مؤمن کے دل میں قربانی کا جذبہ موجزن رکھتا ہے۔

۱۔ رسول اللہ ﷺ نے خود شہادت کی اتنی عظیم تمنا فرمائی کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! میری یہ خواہش ہے کہ میں اللہ کی راہ میں شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں، پھر شہید کیا جاؤں، پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر شہید کیا جاؤں۔ (صحیح بخاری، صحیح مسلم)

۲۔احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں شہید کو درج ذیل عظیم انعامات حاصل ہوتے ہیں:

ا۔ شہید کے خون کا پہلا قطرہ زمین پر گرتے ہی حقوق العباد کے علاوہ اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

ب۔ شہید کو جنت میں اعلیٰ ترین مقامات عطا کیے جاتے ہیں اور اس کی روح کو سبز پرندوں کے قالب میں رکھ کر جنت کی سیر کرائی جاتی ہے۔

ج۔ شہید قبر کے فتنے، سوال و جواب اور عذاب سے بالکل محفوظ رہتا ہے۔

د۔ قیامت کے ہولناک دن شہید اکبر کے خوف سے امن میں ہوگا اور اس کے سر پر وقار کا ایسا تاج سجایا جائے گا جس کا ایک یاقوت دنیا و مافیہا سے بہتر ہے۔

سال کی ابتدا بھی شہادتوں سے بھی انتہا بھی شہادتوں پر:

ذوالحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے ،اس مہینے کی 18 تاریخ کو مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا تھا،یوں یہ مہینہ ایک عظیم صحابیؓ رسول کے خونِ ناحق سے رنگین ہے۔

اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام ہے،اس مہینے میں اسلامی تاریخ کی دو عظیم شہادتیں ہوئی ہیں ،اس مہینے کی پہلی تاریخ کو مسلمانوں کے دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے شہادت کے مرتبۂ عظمیٰ پر فائز ہوئے، جبکہ اسی مہینے کی دسویں تاریخ کو کربلا میں وہ خوں چکاں واقعہ پیش آیا جس میں نبی اکرم ﷺ کے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اپنے 72 ساتھیوں سمیت جام شہادت نوش کر گئے،یوں یہ مہینہ

بھی کونِ شہدا سے رنگین ہے۔

صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم کا مقام و مرتبہ:

صحابہ کرام واہل بیت رضی اللہ عنہم جس مقدس گروہ کا نام ہے وہ امت کے عام افراد کی طرح نہیں، بلکہ وہ رسول ااور امت کے درمیان ایک مقدس واسطہ ہونے کی وجہ سے ایک خاص مقام اور عام امت سے امتیاز رکھتے ہیں۔ یہ مقام اور امتیاز ان کو قرآن و سنت کی نصوص و تصریحات کا عطا کیا ہوا ہے اور اسی لیے اس پر امت کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سچے، عادل اور نمونہ ہدایت ہیں۔ اس اجماعی عقیدے کو تاریخ کی راویات کے انبار میں گم نہیں کیا جاسکتا۔ محققین کا قول ہے کہ اگر کوئی روایت ذخیرہ حدیث میں بھی ان کے اس مقام اور شان کے خلاف نظر آتی ہو تو اسے بھی قرآن و سنت کی نصوص واضحہ اور اجماع کے مقابلہ میں متروک تصور کیا جائے گا۔

ویسے بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مقام کو تاریخ کی روشنی میں جانچنا ایسا ہے جیسے ہیرے کا وزن لکڑی کے ٹال والے سے کروایا جائے۔ اس بات میں کوئی دو رائے نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تاریخی نہیں قرآنی شخصیات ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا ہمیشہ سے یہ عقیدہ رہا ہے کہ بنی آدم میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد فضیلت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کا درجہ ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اگرچہ معصوم نہیں ہیں مگر ان سے جو بھی کام ان کے اپنے شایان شان نہیں تھے اور ان سے صادر ہوگئے تھے، وہ اللہ

تعالیٰ نے معاف فرما کر انہیں اپنی رضا کا پروانہ عطا فرما دیا ہے۔ قرآن و سنت میں موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل کا تقاضا یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تنقید کا نشانہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذکر صرف خیر ہی کے ساتھ کیا جائے۔ اس لیے کہ ان پر تنقید نبی علیہ السلام کے تزکیہ نفوس پر اعتراض ہے جس کا کوئی مسلمان بقائمی ہوش و حواس تصور بھی نہیں کر سکتا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ صحابہ کرامؓ کے اکابر میں سے ہیں، جبکہ حضرت حسینؓ اہلِ بیتِ نبوت کے درخشاں ستارے ہیں۔ اسلامی سال کے آغاز اور اختتام پر ان عظیم شخصیات کی شہادتیں ہمیں یہ سبق دیتی ہیں کہ صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ دونوں سے محبت ایمان کا تقاضا ہے اور ان کے درمیان تفریق پیدا کرنا امت کے حق میں نقصان دہ ہے۔

شہادتِ سیدنا عمر فاروق ؓ :

سیدنا عمر بن الخطابؓ، خلیفہ دوم، عدل و انصاف کے پیکر اور تاریخِ اسلام کے عظیم ترین مدبر تھے۔ آپؓ کی شہادت کا واقعہ اسلام کی تاریخ کا ایک اہم موڑ ہے۔

آپ کی پیدائش نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے تیرہ سال بعد مکہ مکرمہ ہوئی۔

آپ کا نام عمر، والد کا نام خطاب، لقب فاروق اور کنیت ابو حفص ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے: عمر بن خطاب بن نفیل بن عبد العزیٰ بن رباح بن عبد اللہ بن قرط بن زراع بن عدی بن کعب بن لوی بن فہر بن مالک۔ (مستدرک حاکم)

جناب عدی کے ایک بھائی کا نام مرہ تھا، جو حضور اکرم ﷺ کے اجداد میں سے ہیں، اس لحاظ سے حضرت عمر کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں حضور اکرم ﷺ سے جا ملتا ہے۔

آپ کو حضور اکرم ﷺ کی طرف سے "فاروق" کا لقب عطا کیا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ بنی کہ حضرت عمر نے مکہ میں اسلام قبول فرمایا اور اس کے بعد اپنے مشرک ماموں عاص بن وائل کی پناہ میں آنے سے انکار کر دیا اور مسلمانوں کے ساتھ علانیہ بیت اللہ میں نماز ادا کی۔ اس کے صلے میں دربارِ نبوت سے فاروق کا لقب ملا۔ جس کے معنی ہیں حق اور باطل میں فرق کرنے والا۔ **(تاریخ اسلام، الفاروق، خلفائے راشدینؓ)**

عرب میں پڑھنے لکھنے کا رواج نہیں تھا، لیکن آپ ان 17 افراد میں شامل تھے، جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے، لہذا اللہ کے رسول ﷺ نے آپ کو کاتبِ وحی جیسا عظیم منصب عطا فرمایا۔ حضرت عمر فاروق ابتدائی دِنوں کے کاتبینِ وحی میں سے ایک تھے اور انھوں نے ہی سیدنا ابو بکر صدیق کو بااصرار کلامِ پاک کی تدوین پر آمادہ کیا تھا۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شمار عشرہ مبشرہ یعنی ان صحابہ کرام میں بھی ہوتا ہے، جن کے جنتی ہونے کی ایک ہی مجلس میں نبی اکرم ﷺ نے بشارت دی، نیز معراج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ نے جنت میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا محل بھی دیکھا تھا۔

امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس امت میں سب سے افضل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد سب سے افضل حضرت عمر فاروق

رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت عمر فاروق بہترین انتظامی صلاحیتوں، اعلیٰ اوصاف، دبنگ اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ ظہورِ اسلام کے وقت، اسلام اور مسلمانوں کے سخت دشمن تھے، لیکن جب اسلام قبول کر لیا، تو پھر اپنا تن، من، دھن سب اسلام کے لیے وقف کر دیا۔ سخت مزاجی کے باوجود، عاجزی، انکساری، تواضع اور عدل، مزاج کا حصہ تھے۔ خلافت کا بوجھ کندھوں پر آیا، تو گریہ اور رِقت میں اضافہ ہو گیا۔ شب کی تنہائیوں میں رب کے حضور آنسو بہانا اور گڑگڑانا ان کا معمول تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے رب نے تین مواقع پر میری رائے سے اتفاق کیا۔

(1) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ! کاش ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناتے، جس کے بعد اللہ نے سورہ بقرہ میں فرمادیا اور مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالو۔اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر فاروق نے ایک مرتبہ اس خواہش کا اظہار فرمایا کہ کاش !االلہ تعالیٰ کی طرف سے مقام ابراہیم پر نماز پڑھنے کا حکم آجائے، حضرت عمر فاروق خود کہتے ہیں کہ جب میرا گزر مقام ابراہیم پر ہوا تو میں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ کیا ہم حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے کھڑے ہونے کی جگہ کے پیچھے نماز پرھیں؟ ابھی اس بات پر تھوڑا سا وقت بھی نہ گزرا تھا کہ یہ آیت اتری۔اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس خواہش کو پورا فرمایا: وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ

مُصَلًّی (سورۃ البقرہ، آیت 125)

ترجمہ: اور بناؤ ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ۔

(2) میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ازواج مطہرات کو پردے کا حکم دیجیے۔ تو اللہ نے سورۂ احزاب میں فرما دیا: يَآ اَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (سورۂ احزاب، آیت 59)

ترجمہ: اے نبی ﷺ! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیو ں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرمادیں کہ اپنی چادروں کا ایک حصہ اپنے اوپر ڈالے رکھیں، یہ اس سے زیادہ نزدیک ہے کہ وہ پہچانی جائیں تو انہیں ستایا نہ جائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

(3) غزوۂ بدر کے قیدیوں کے بارے میں میری رائے تھی کہ انہیں قتل کر دیا جائے (فدیہ نہ لیا جائے) اللہ تعالیٰ نے سورۂ انفال میں میری رائے کی تائید کردی، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَكُونَ لَهُۥٓ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِى ٱلْأَرْضِ ۚ تُرِيدُونَ عَرَضَ ٱلدُّنْيَا وَٱللَّهُ يُرِيدُ ٱلْءَاخِرَةَ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ (سورۃ الانفال، آیت 67)

ترجمہ: کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔ تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ (بخاری، مسلم)

اس روایت میں تین کا ذکر ہے، جس سے بقیہ کی نفی نہیں ہوتی ،اسی تناظر میں حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ تقریباً بیس بائیس مقامات ایسے ہیں، جہاں فاروق اعظم کی رائے پروردگار کی منشا کے عین موافق تھی۔

ایک صبح نمازِ فجر کے بعد حضور ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ ہجرت کا حکم دیا۔ عام خیال تھا کہ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح رات کی تاریکی میں خفیہ طور پر مدینہ ہجرت کر جائیں گے، لیکن حضرت علی فرماتے ہیں کہ حکم ملتے ہی عمر گھر گئے، جسم پر ہتھیار سجائے، ہاتھ میں ننگی تلوار پکڑی اور تنِ تنہا خانہ کعبہ میں تشریف لائے۔ اس وقت مشرکین کے سردار اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ موجود تھے۔ حضرت عمر نے اطمینان کے ساتھ بیت اللہ کا سات بار طواف کیا۔ مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نفل ادا کیے۔ پھر ہاتھ میں تلوار پکڑ کر سردارانِ قریش کی مجلس میں تشریف لائے اور نہایت بارعب اور بلند آواز میں کہا اے دشمنانِ اسلام ! تمہارے چہرے سیاہ ہو جائیں۔ اللہ تمہاری ناک خاک آلود کر دے۔ جان لو! عمر مکے سے مدینہ ہجرت کر رہا ہے۔ تم میں سے جو شخص اپنی جان کا دشمن ہو، ماں کو روتا، بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم چھوڑے، وہ حرم سے باہر مجھ سے نبرد آزما ہو جائے۔ حضرت علی فرماتے ہیں: عمر کے رعب و دبدبے اور ہیبت کا یہ عالم تھا کہ کسی میں اپنی جگہ سے ہلنے اور انھیں روکنے کی ہمت نہ تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شرکت کی اور بہادری کے وہ جوہر دکھائے کہ دشمن بھی تعریف کیے بغیر نہ رہ

سکا۔ غزوۂ بدر میں اپنے سگے ماموں سمیت دیگر عزیز و اقارب کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر کے دنیا بھر کو یہ پیغام دیا کہ اصل رشتہ، دین کا رشتہ ہے۔ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق نے جب محسوس کیا کہ اب آپ کا سفر آخرت قریب ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ اُن کے بعد خلافت کا معاملہ اختلاف کی نذر ہو جائے اور حضور اکرم ﷺ کی امت کسی آزمائش میں مبتلا ہو جائے، لہٰذا خود ہی خلیفہ مقرر کر دیا جائے۔

چونکہ حضرت ابو بکر صدیق کے نزدیک حضرت عمر کے مقابلے میں کوئی دوسرا شخص اس منصب کے لئے بہتر نہ تھا، چنانچہ آپ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو، جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، بلا کر اس بارے میں، مشورہ چاہا۔ آپ نے فرمایا: جس قدر اُن کے بارے میں، آپ کا حسن ظن ہے، وہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں، البتہ ان کے مزاج میں ذرا سختی ہے۔ اس کے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا: یہ سختی اس لیے ہے کہ مجھ کو نرم دیکھتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جب ساری ذمے داری ان کے کندھوں پر آجائے گی تو نرم پڑ جائیں گے۔ پھر آپ نے حضرت عثمان غنی سے، وہ بھی عزشرہ مبشرہ میں سے ہیں، اس بارے میں مشورہ کیا تو انھوں نے فرمایا: عمر کا باطن، عمر کے ظاہر سے بھی زیادہ اچھا ہے اور اب ہم میں ان کی مثل کوئی نہیں ہے۔ چنانچہ بہر حال حضرت ابو بکر صدیق نے اپنی علالت کے دوران ہی حضرت عمر فاروقؓ کو خلیفہ مقرر کر دیا اور حضرت عثمان کے ہاتھ سے عہد نامۂ خلافت لکھوایا جو مجمع عام میں پڑھا گیا۔ **(تاریخ طبری، طبقات، ازالۃ الخفاء)**

خلیفہ بننے کے بعد:

راتوں کو اٹھ کر رعایا کی خبر گیری کرتے، ان کی خدمت کرتے اور انہیں پتا بھی نہ چلتا کہ جو شخص رحمت کا فرشتہ بن کر رات کی تاریکیوں میں ان کے دکھوں کا مداوا کر رہا ہے، وہ کوئی اور نہیں، خود امیر المومنین، عمر بن خطاب ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دریائے فرات کے کنارے ایک کتا یا بکری کا بچہ بھی بھوکا مر گیا، تو روزِ قیامت، عمر سے جواب طلب ہو گا۔

اپنے دورِ خلافت میں عدل و انصاف کا ایسا نظام قائم کیا کہ شیر اور بکری ایک ہی گھاٹ پانی پینے لگے۔

زبان و بیان کی آزادی اور بے خوفی کا یہ عالم تھا کہ ایک بدو بھی بھری مجلس میں اٹھ کر سوال کر دیتا کہ امیر المومنین! آپ جو کرتا پہنے ہوئے ہیں، اس کے لیے کپڑا کہاں سے آیا، اور عظیم الشان مملکتِ اسلامیہ کا سربراہ، اس بدو کو مطمئن کرنے کا پابند تھا۔ آپ نے دنیا کو عدل سے بھر دیا۔ اس لیے پوری دنیا میں عدلِ فاروقی ہمیشہ کے لیے ضرب المثل بن گیا۔

فتوحات:

حضرت فاروقِ اعظم کے دورِ خلافت میں بائیس لاکھ، اکیاون ہزار، تیس مربع میل رقبے پر اسلامی پرچم لہرایا گیا۔ خلافتِ اسلامیہ کی حدود، جزائرِ عرب سے باہر مِصر، طرابلس سے مکران اور بلوچستان کے ساحلوں تک پھیل گئی تھیں۔ ایران اور روم کی ناقابلِ تسخیر سلطنتوں کا غرور و تکبر خاک میں مل چکا

تھا۔ حضور ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق، خسرو پرویز کی سلطنت کے پرخچے اڑ گئے اور حضرت سراقہ بن مالک کو کسری کے کنگن پہنائے گئے۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ سیدنا عمر کے دورِ خلافت میں جتنا رقبہ فتح کیا گیا، اتنا آج تک کسی عہدِ حکومت میں فتح نہیں ہوا۔ ایک یورپی مورخ نے لکھا ہے کہ اگر عمر (رضی اللہ عنہ) کچھ عرصہ مزید زندہ رہ جاتے، تو دنیا کا دو تہائی حصہ مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہوتا۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں عوامی فلاح و بہبود کے لیے مختلف شعبوں میں اصلاحات کیں اور کئی نئے ادارے بھی قائم کیے۔ مورخین ان اقدامات کو "اولیاتِ فاروقی" کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ان میں چند درج ذیل ہیں

۱۔آپ نے امیر المومنین کا لقب اختیار کیا۔

۲۔ مجلسِ شوری کا قیام عمل میں لائے۔

۳۔تاریخ اور سن ہجری جاری کیا۔

۴۔سِکوں کا اجرا کیا۔

۵۔بیت المال یعنی محکمۂ خزانہ قائم کیا۔

۶۔ باقاعدہ عدالتیں بنائیں اور قاضی مقرر کیے۔

۷۔ پولیس کا محکمہ قائم کیا، جیل خانے بنوائے۔

۸۔ فوجی چھائونیاں قائم کیں۔

۹۔ پیمائش کا طریقہ روشناس کروایا۔

۱۰۔ مردم شماری کا نظام بھی آپ ہی کا وضع کردہ ہے۔

۱۱۔ کوفہ، بصرہ اور موصل جیسے خوب صورت شہر بسائے۔

۱۲۔ بیوائوں، یتیموں، مساکین اور بچوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔ مفلوک الحال غیر مسلموں تک کے لیے وظائف مقرر کیے۔

۱۳۔ آپ نے زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کا ایسا مربوط نظام قائم کیا کہ ان کے دور میں زکوٰۃ دینے والے تو بہت تھے، لیکن لینے والا کوئی نہ تھا۔

۱۴۔ عدل و انصاف کا ایسا نظام وضع کیا جو پوری دنیا میں عدلِ فاروقی کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

۱۵۔ اشاعتِ دین اور تبلیغِ اسلام کے کام کو پوری دنیا میں پھیلایا، اس مقصد کے لیے مکاتب و مدارس قائم کیے اور اساتذہ کے لیے مشاہرے مقرر کیے گئے۔

۱۶۔ آپ ہی کے دور میں ائمہ مساجد اور موذنین کی تنخواہیں مقرر کی گئیں۔

۱۷۔ مساجد میں روشنی کا انتظام کیا اور مساجد میں وعظ کا طریقہ طے کیا۔

۱۸۔ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کی توسیع کروائی، مقامِ ابراہیم کی موجودہ جگہ پر منتقلی آپ کے حکم سے ہوئی، اس سے پہلے یہ کعبہ شریف سے متصل تھا۔

۱۹۔ آب رسانی کے نظام کو بہتر کیا۔ نہریں کھدوائیں، مکہ سے مدینہ تک مسافروں کے آرام کے لیے چوکیاں، سرائے اور مسافر خانے بنوائے،

راستوں کو کشادہ اور پکا کیا۔ مفتوحہ ممالک میں صوبے بنائے۔ ریاستی نظام کو مضبوط کیا۔

۲۰۔ سزا اور جزا کے نظام میں اصلاح لائے تاکہ بے قصور کو سزا نہ ہو اور مجرم چھوٹ نہ پائے۔

۲۱۔ راتوں کو گشت کر کے رعایا کا حال معلوم کرنے کا طریقہ نکالا۔

۲۲۔ رضاکاروں کی تنخواہیں مقرر کیں۔

۲۳۔ آپ کسی شعبے کا سربراہ مقرر کرتے وقت اس شخص کے مال و اسباب اور اثاثوں کی فہرست مرتب کرواتے۔

۲۴۔ وبائی امراض اور قحط کے دنوں میں رعایا کے آرام کے لیے بہترین انتظامات کیے۔

۲۵۔ بیت المقدس کو بغیر کسی جنگ کے، فتح کیا۔

فضائل و مناقب:

احادیثِ طیبہ اور آثارِ صحابہ میں امیر المؤمنین خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں، ذیل میں چند احادیث کو نقل کیا جاتا ہے:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلاشبہ تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ بھی ہوتے تھے جنہوں نے خدا سے صرف ہم کلامی کا شرف پایا لیکن وہ نبی نہ ہوئے (ان کو محدث کہتے ہیں)

میری امت میں اگر کوئی ایسا ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ (صحیح بخاری)

۲۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر میرے بعد کوئی نبوت کا مقام پا سکتا تو وہ حضرت عمر ہوتے۔ (مستدرک حاکم)

۳۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پر حق کو رکھ دیا ہے، وہ حق بات ہی کہتے ہیں۔ (مشکوٰۃ)

۴۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جِن وانس کے شیاطین، عمر کو دیکھ کر راستہ بدل لیتے ہیں اور ڈر کر بھاگ جاتے ہیں۔ (ترمذی)

۵۔ حضرت فضلؓ بن عباس فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا؛ عمر میرے ساتھ ہیں اور میں عمر کے ساتھ ہوں اور حق عمر کے ساتھ ہو گا جہاں کہیں بھی ہو۔ (معجم طبرانی)

۶۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُن دس صحابہ کرام میں سے ہیں، جن کا جنتی ہونا حضور اکرم ﷺ نے بتایا ہے۔ آپ، حضرت عمر کے بارے میں کہتے ہیں: خدا کی قسم! حضرت عمر اسلام لانے میں گو ہم سے پہلے نہیں اور نہ ہی ہجرت کرنے میں ہم پر مقدم ہیں، مگر میں خوب جانتا ہوں کہ کس چیز کے سبب وہ ہم سے افضل ہیں؟ وہ ہم سے آگے اس لیے بڑھ گئے کہ وہ سب سے زیادہ دنیا سے بے تعلق تھے۔ (ازالۃ الخفاء)

۷۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص بھی رسول اللہ اکرم ﷺ کے صحابی ہیں، حضور اکرم ﷺ کی احادیث لکھنے کی سب سے زیادہ سعادت آپ کو

نصیب ہوئی۔ آپ حضرت عمر کے بارے میں فرماتے ہیں: حضرت عمر بہت بڑے آدمی تھے۔ میں نے حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق کے بعد حضرت عمر سے زیادہ خوف خدا رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔ (کنزالعمال)

شہادت کا دل خراش سانحہ:

خلیفہ دوم امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اللہ سے دعا کی تھی کہ اے اللہ! مجھے اپنے راستے میں شہادت عطا فرما اور اپنے محبوب کے شہر (مدینے) میں موت عطا فرما۔ (بخاری)

اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا من و عن قبول فرمائی، چنانچہ 26 ذی الحجہ، 23 ہجری کی ایک صبح، جب آپ نمازِ فجر کی امامت کر رہے تھے، حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے پارسی غلام، ابولولو فیروز مجوسی نے زہر سے بجھے دو دھاری خنجر سے آپ پر وار کیے۔ آپ نے زخمی ہو کر نیچے گرنے سے پہلے، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو کھینچ کر اپنی جگہ کیا اور گر کر بے ہوش ہو گئے۔ ابولؤلؤ ملعون نے بھاگتے ہوئے مزید 12 افراد کو زخمی اور 6 کو شہید کر دیا۔ لوگوں نے گھیر کر اسے پکڑا، تو اس نے خودکشی کر لی۔

جب سیدنا عمرؓ پر حملہ کیا گیا تو ان کے لیے دودھ لایا گیا، جیسے ہی آپ نے دودھ پیا تو وہ آپ کی پسلیوں کے زخم سے بہہ نکلا۔ طبیب نے ان سے کہا: اے امیر المومنین وصیت فرما دیں، آپ زیادہ دیر زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ تو انھوں نے اپنے بیٹے عبداللہ کو بلایا اور کہا کہ حذیفہ بن الیمان کو میرے پاس بلاؤ۔

حذیفہ بن الیمان حاضر ہو گئے۔ یہ وہ صحابی ہیں جنہیں نبی کریم ﷺ نے منافقین کے ناموں کی فہرست عطا کی تھی اور ان ناموں کے بارے میں اللہ پاک اس کے رسول ﷺ اور حذیفہ بن الیمان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا جبکہ خون ان کی پسلیوں سے بہہ رہا تھا، کہ اے حذیفہ بن الیمان میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں ! کیا اللہ کے رسول ﷺ نے میرا نام منافقین کے ناموں میں لیا ہے یا نہیں؟ یہ سن کر حذیفہ بن الیمان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا ! یہ میرے پاس رسول اللہ ﷺ کا راز ہے جو کسی کو نہیں بتا سکتا۔ آپ نے پھر پوچھا ! خدا کے لیے مجھے اتنا بتادیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے میرا نام شامل کیا ہے یا نہیں؟ حذیفہ بن الیمان کی ہچکی بندھ گئی اور کہتے ہیں اے عمرؓ ! میں صرف آپ کو بتا رہا ہوں اگر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو میں کبھی بھی اپنی زبان نہ کھولتا اور وہ بھی صرف اتنا بتاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس میں آپ کا نام شامل نہیں کیا۔

حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ سے کہا کہ دنیا میں میرے لیے ایک چیز باقی رہ گئی ہے۔ حضرت عبداللہ نے پوچھا وہ کیا ہے ابا جان؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا ! بیٹا میں جوار رسول ﷺ میں دفن ہونا چاہتا ہوں۔ لہٰذا ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کے پاس جاؤ، ان سے یہ مت کہنا کہ امیر المؤمنین عمر بلکہ کہنا کہ کیا آپ عمر کو اپنے ساتھیوں کے قدموں میں دفن ہونے کی اجازت دیتی ہیں؟ کیونکہ آپ اس گھر کی مالکن ہیں۔ تو ام المؤمنین نے جواب دیا کہ یہ جگہ تو میں نے اپنے لیے تیار کر رکھی تھی لیکن آج میں اسے عمر کے لیے ترک کرتی ہوں۔

عبداللہ ابنِ عمرؓ شاداں وفرحان واپس آئے اور عرض کی، اجازت مل گئی ہے۔

عبداللہ ابنِ عمرؓ نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ کا رخسار مٹی پر پڑا ہے تو انہوں نے آپ کا چہرہ اٹھا کر اپنی گود میں لے لیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ کیوں تم میرا چہرہ مٹی سے بچانا چاہتے ہو۔ عبداللہ ابنِ عمرؓ نے کہا ابا جان! لیکن حضرت عمرؓ نے بات کاٹتے ہوئے فرمایا کہ اپنے باپ کا چہرہ مٹی سے لگنے دو۔ بربادی ہے عمر کے لیے اگر کل اللہ پاک نے اسے نہ بخشا۔

حضرت عمرؓ اپنے بیٹے کو یہ وصیت فرما کر موت کی آغوش میں چلے گئے،،، اے میرے بیٹے میری میت مسجد نبوی میں لے جانا اور میرا جنازہ پڑھنا اور حذیفہ بن یمان پر نظر رکھنا اگر وہ میرے جنازے میں شرکت کرے، تو میری میت روضہ رسول ﷺ کی طرف لے جانا۔اور میرا جنازہ روضۃ الرسول ﷺ کے دروازے پر رکھ کر دوبارہ اجازت طلب کرنا اور کہنا: "اے ام المؤمنین آپ کا بیٹا عمر" یہ مت کہنا "امیر المؤمنین" ہو سکتا ہے میری زندگی میں مجھ سے حیا کی وجہ سے اجازت دی گئی ہو، اگر اجازت مرحمت فرما دیں تو دفن کرنا ورنہ مجھے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔

عبداللہ ابنِ عمرؓ کی نظریں حذیفہ بن الیمان پر تھیں، فرماتے ہیں: میں حذیفہ بن یمان کو ابا جان کی نماز جنازہ پر دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ہم جنازہ لے کر روضہ رسول ﷺ کی طرف چلے گئے۔ دروازے پر کھڑے ہو کر میں نے کہا۔ "اے ہماری ماں! آپ کا بیٹا عمر دروازے پر ہے، کیا آپ تدفین کی اجازت دیتی ہیں؟"

ام المؤمنین نے جواب دیا! مرحبا یا عمر۔ عمر کو اپنے ساتھیوں کی ساتھ

دفن ہونے پر مبارک ہو۔ ام المؤمنین نے اپنی چادر سمیٹی اور یہ کہتے ہوئے روضہ رسول ﷺ سے باہر نکل آئیں: اللہ پاک راضی ہو حضرت عمرؓ سے زمین کا چپہ چپہ جن کے عدل کی گواہی دیتا ہے، جن کی موت سے اسلام یتیم ہو گیا، جن کو اللہ کے رسول ﷺ نے زندگی میں جنت کی خوشخبری دی ہو پھر بھی اللہ کے سامنے حساب دہی اتنا خوف ہمارا کیا بنے گا؟

وصیت کے مطابق حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کی خواہش کے مطابق، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اجازت سے روضۂ رسول ﷺ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پہلو میں سپردِ خاک کیا گیا۔ آپ ساڑھے دس سال تک مسلمانوں کے خلیفہ رہے۔

حاصل ہونے والے اسباق:

سیدنا عمرؓ کا عدل اتنا بے باک تھا کہ باطل قوتیں ان کے نام سے لرزتی تھیں، اور اسی عدل کی راہ میں انہوں نے جان دی۔

- اتنی بڑی سلطنت کے مالک ہونے کے باوجود آپؓ بغیر کسی حفاظتی دستے کے عام مسلمانوں کی طرح مسجد میں نماز پڑھاتے تھے، جو آپؓ کی بے مثال سادگی اور اللہ پر توکل کی دلیل ہے۔
- آپؓ نے آخری لمحات میں بھی امت کے نظم کو سنبھالنے کے لیے چھ رکنی شوریٰ تشکیل دی تاکہ خلافت کا نظام قائم رہے۔

شہادتِ سیدنا عثمان غنیؓ:

ذوالنورین سیدنا عثمان بن عفانؓ، اسلام کے تیسرے خلیفہ راشد ہیں۔

آپؓ کی شہادت ایک عظیم المیہ ہے جس نے امتِ مسلمہ کو ہلا کر رکھ دیا۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سرکارِ دوعالم ﷺ کے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف اور ان کے مقام کے حوالے سے کچھ عرض کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعریف: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان مقدس ہستیوں کو کہا جاتا ہے جنہوں نے حالتِ ایمان میں حضور اکرم ﷺ کی صحبت (اگرچہ ایک لمحہ کے لیے ہو) پائی اور ان کی وفات بھی حالتِ ایمان پر ہوئی ہو۔ (مقدمہ ابن الصلاح، نخبۃ الفکر، اسد الغابہ)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی پیدائش عرب کے مشہور شہر مکہ معظّمہ میں ہوئی۔آپ رسول ﷺ کی ولادت (عام الفیل) کے چھ سال بعد 76ء میں پیدا ہوئے۔آپ کا نام ونسب یہ ہے: عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان بن ابی العاص بن امیہّ بن عبد شمس اموی قریشی۔ (ابن عساکر بحوالہ حضرت عثمان ذی النورین صفحہ ۲۵)

آپ کا ایک لقب ذوالنورین اور ایک غنی ہے:

(ا) ذوالنورین کی وجہ یہ ہے کہ آپ کے نکاح میں نبی علیہ السلام کی یکے بعد دیگرے دو شہزادیاں آئیں۔ پہلے آپ کے نکاح میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھیں، جب ان کا انتقال ہو گیا تو آپ ﷺ نے حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہ کا نکاح آپ کے ساتھ کر دیا۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی چھ سال بعد وفات پا گئیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

فرمایا اگر میری چالیس (اور ایک روایت کے مطابق سو) بیٹیاں بھی ہوتیں اور وہ یکے بعد دیگرے انتقال کرتی رہتیں تو بھی میں اپنی بیٹیوں کو یکے بعد دیگر عثمان کے نکاح میں دیتا رہتا۔آپ رضی اللہ عنہ اس شرف کی وجہ سے ذوالنورین کہلاتے ہیں۔آپ رضی اللہ عنہ کی شادی رسول ﷺ کی دو بیٹیوں سے یکے بعد دیگرے ہوئی اور اولاد آدم میں کسی شخص کو بھی یہ اعزاز میسر نہیں کہ دو بیٹیاں کسی نبی کی اس کے عقد میں آئی ہوں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو ملائے اعلیٰ (یعنی فرشتوں کے مجمع) میں ذوالنورین کے نام سے پکارا جاتا ہے۔اس کی ایک وجہ یہ بھی کہی جاتی ہے کہ آپ نے دو دفعہ ہجرت کی ایک حبشہ کی طرف دوسری مدینہ کی طرف اس لیے آپ ذی النورین کہلائے۔

(۲) ایک لقب آپ کا غنی بھی ہے. وجہ یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ عرب میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، اس کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے فیاض طبع بھی بنایا تھا چنانچہ آپ نے اپنی فیاضی اور اپنے مال و دولت سے اس وقت اسلام کو فائدہ پہنچایا جب اس امت میں کوئی دوسرا ان کا ہمسر موجود نہ تھا۔

آپ کا قد درمیانہ تھا۔ رنگ گندمی ہونے کے باوجود آپ رضی اللہ عنہ حسن و جمال کا پیکر تھے۔ داڑھی گھنی اور لمبی تھی۔ اس کو زرد خضاب سے رنگین رکھتے تھے، جوڑ بڑے بڑے اور مضبوط تھے، ہڈی چوڑی تھی۔ سر پر بال گھنے اور گھنگریالے تھے۔ دونوں شانوں میں زیادہ فاصلہ تھا۔ جلد مبارک نرم

تھی، دانت بہت خوبصورت تھے۔ (ابن عساکر)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے فضائل:

(۱) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا (سورۃ فتح آیت ۱۸)

ترجمہ: ”بالتحقیق اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہوا جبکہ وہ آپ اسے درخت کے نیچے (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینے تک جہاد کرنے کی) بیعت کر رہے تھے سو اُن کے دلوں میں جو کچھ تھا اللہ کو معلوم تھا اور اللہ تعالیٰ نے ان پر اطمینان نازل فرمادیا اور ان کو لگے ہاتھ ایک فتح دے دی“۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ آیت صلح حدیبیہ کے موقع پر نازل ہوئی، جب یہ افواہ اڑی کہ قاصد رسول ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ نے شہید کر دیا ہے۔ اس پر حضور ﷺ نے 1400 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیعت لی کہ جب تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا بدلہ نہیں لیں گے واپس نہیں جائیں گے اور آپ ﷺ نے اپنے ایک ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بیعت پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رضا کا پروانہ عطا فرمایا۔

(۲) اس کے علاوہ خلفائے راشدین، سابقون الاوّلون، کاتبین وحی، مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، مجاہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اہل بدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوالے سے جتنی آیات ہیں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان سب کا بھی مصداق ہیں کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ خلیفہ

راشد ثالث اور سابقون الاولون صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے تھے۔
دو بار دین کی خاطر ہجرت فرمائی اور ہر جہاد میں بھی پیش پیش رہے۔

(۳) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عثمان (رضی اللہ عنہ) میری امت میں سب سے زیادہ حیادار اور سخی ہے"۔ (ابو نعیم) اس کے علاوہ بھی متعدد احادیث میں حضور اکرم ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حیا اور سخاوت کی تعریف فرمائی ہے۔

(۴) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا عثمان بن عفان دنیا و آخرت میں میرے دوست ہیں۔ (ابو یعلیٰ)

(۵) ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان میں تشریف رکھتے تھے. آپ نے فرمایا کہ ہر شخص اپنے برابر اور دوست و ساتھی کی طرف اٹھ کر چلے، پھر نبی کریم ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی طرف تشریف لے گئے، ان سے بغل گیر ہوئے اور فرمایا تم دنیا و آخرت میں میرے دوست ہو۔ (ابن ماجہ)

(۶) حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہے۔ (ترمذی شریف)

(۷) حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ اول شب سے طلوع فجر تک حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا کرتے رہے اور فرماتے تھے: اے اللہ! میں عثمان

سے راضی ہوں تو بھی عثمان سے راضی رہ۔ (البدیہ والنہایہ)

(۸) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ فرماتی ہیں: امت میں سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہیں۔

(۹) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امت میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، پھر عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ پھر میں۔

(۱۰) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہم سب سے افضل تھے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سخاوت:

اللہ تعالیٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خوب مال عطا فرمایا تھا اور وہ اس مال میں سے بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے، اس لیے اللہ کے رسول ا نے آپ کو غنی کا لقب عطا فرمایا۔ بے شمار واقعات ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

(ا) جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ آئے تو وہاں کا پانی انھیں موافق نہیں آیا اور لوگوں کو پیٹ کی تکلیف رہنے لگی۔ شہر کے باہر میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں تھا جس کو ''بیر رومہ'' کہتے تھے، اس کا مالک ایک یہودی تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ کنواں خرید لیا جائے تاکہ سب مسلمان اس کا پانی استعمال کریں لیکن سوال یہ تھا کہ اس کی قیمت کہاں سے آئے؟ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ جو شخص بیر رومہ

کو خریدے گا اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ہمت کی اور کنواں خریدنے کے لیے یہودی سے بات چیت کرنے گئے۔ یہودی نے کہا کہ میں کنواں الگ نہیں کر سکتا کیوں کہ میری کھیتی باڑی اور کھانے پینے کا سب دار و مدار اس پر ہے۔ تمہاری خاطر اس کا آدھا پانی قیمت سے دے سکتا ہوں۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بارہ ہزار درہم میں آدھا پانی خرید کر وقف عام کر دیا۔ ایک دن یہودی پانی لیتا اور ایک دن مسلمان لیتے۔ مسلمانوں کی باری آتی تو وہ دو دن کا پانی نکال لے جاتے۔ اگلے روز یہودی کے پاس کوئی نہ جاتا اور وہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھا رہتا، اس سے یہودی مجبور ہو گیا اور ان نے آٹھ ہزار درہم مزید لے کر سارا کنواں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔

(۲) مسجد نبوی ﷺ کی توسیع کے لیے نبی اکرم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا: وہ کون ہے جو فلاں مویشی خانہ کو خرید لے اور ہماری مسجد کے لیے وقف کر دے تاکہ اللہ اس کو بخش دے، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیس یا پچیس ہزار درہم میں یہ زمین کا ٹکڑا خرید کر مسجد نبوی ﷺ کے لیے وقف کر دیا۔

(۳) شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں سالم بن عبداللہ بن عمر کی ایک روایت نقل کی ہے کہ تبوک کے سفر میں جتنی بھوک پیاس اور سواری کی تکلیف در پیش آئی، اتنی کسی دوسرے غزوے میں نہیں آئی۔ دوران سفر ایک مرتبہ کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مناسب سامان اونٹوں پر حضور ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ اونٹوں کی تعداد اتنی کثیر تھی کہ ان کی وجہ سے دور سے تاریکی نظر آرہی تھی، جس کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: لوگو! تمہارے واسطے بہتری آگئی ہے، اونٹ بٹھائے گئے اور جو کچھ ان پر لدا تھا اتارا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا "میں عثمان سے راضی ہوں، اے اللہ! تو بھی عثمان سے راضی ہوجا" یہ فقرہ حضور نے تین مرتبہ فرمایا، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہا کہ تم بھی عثمان رضی اللہ عنہ کے حق میں دعا کرو۔ (ازالۃ الخفاء)

(۴) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں دو بار مسجد نبوی (ﷺ) کی مزید توسیع کی، اپنی خلافت کے دوسرے سال 26ھ میں اور پھر 29ھ میں، دوسری مرتبہ تراشیدہ پتھروں سے اس کی تعمیر کی، ستون پتھر کے بنوالیے اور چھت میں ساگوان لگوایا۔ اسی طرح آپ رضی اللہ عنہ نے مسجد الحرام کی بھی توسیع و مرمت کروائی۔

(۵) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہر جمعہ کو ایک اونٹ ذبح کرا کر اس کا گوشت راہ خدا میں غربا کو تقسیم کرتے تھے۔

(۶) آپ حج کے موقع پر ۸ ذی قعدہ کو منیٰ میں اپنی طرف سے تمام حجاج کے کھانے کی دعوت فرماتے تھے۔

(۷) آپ رمضان شریف میں اپنی طرف سے متعدد مقامات مثلاً حرم کعبہ،

مدینہ منورہ، کوفہ، بغداد وغیرہ میں کھانے کا انتظام فرماتے تھے۔ یہ تو چند ایک واقعات تھے۔ تفصیلات کے لیے بڑی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں۔

خلافت:

جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ قاتلانہ حملے میں شدید زخمی ہو گئے اور ان کے انتقال کا وقت قریب آنے لگا تو لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے پہلے آپ سے درخواست کی کہ اپنے بعد کسی کو خلیفہ مقرر کر دیں۔ پہلے تو آپ تیار نہ ہوئے مگر لوگوں کے زور دینے پر آپ نے چھ آدمیوں کی ایک کمیٹی بنادی، جس کے ارکان میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ (نبی کریم ﷺ نے ان تمام حضرات کے جنتی ہونے کی بشارت دی ہے) شامل تھے، اور فرمایا کہ ان میں کسی ایک شخص کو منتخب کر کے امیر بنالو۔ اس کے بعد حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کو حکم دیا کہ جب مجھے دفن کر کے فارغ ہو جائیں تو ان چھ آدمیوں کو ایک مکان میں جمع کرنا تاکہ یہ اپنے آپ میں سے کسی کو امیر منتخب کرلیں۔ اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں بطور خاص وصیت فرمائی کہ دوسروں کی طرح انھیں بھی رائے دینے کے لیے بلا لینا لیکن امارت سے ان کو کوئی سروکار نہ ہوگا، فیصلہ کثرت رائے سے ہوگا۔

چنانچہ ان حضرات نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو یہ

اختیار دیا کہ وہ جسے چاہیں خلیفہ مقرر کر دیں، انھوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کی ابتدا یکم محرم 24ھ مطابق 7 نومبر 644ء سے ہوئی۔ آپ کو عوام نے کھلے طور پر بھی منتخب کیا، اور نامزد کمیٹی کے فیصلہ کی تائید کی۔ بیعت خلافت سے کسی شخص نے بھی انکار نہیں کیا بلکہ بیعت کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہم نے اپنے میں سے افضل ترین شخص کی بیعت کی اور ہم نے (افضل کے انتخاب میں) کوتاہی نہیں کی“۔

دورِ عثمانیؓ کے نمایاں کارنامے:

(۱) اسلام میں اول وقف عام مسلمانوں کے لیے بیر رومہ خرید کر کیا۔

(۲) بیت المال سے مؤذنین کے لیے وظائف کا تقرر فرمایا۔

(۳) پولیس کا محکمہ قائم فرمایا۔

(۴) تمام مسلمانوں کو ایک قرأت پر متفق کیا، اسی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ ”جامع القران“ بھی کہلاتے ہیں۔

(۵) جگہ جگہ ضرورت کے تحت سڑکیں اور پل تعمیر کرائے۔

(۶) مفتوحہ علاقوں اور ملکوں میں مساجد اور دینی مدارس قائم کیے۔

(۷) ملک شام میں سمندری جہازوں کے بنانے کا کارخانہ قائم کیا۔ جہاں لبنان کے جنگلات سے لکڑی لائی جاتی تھی۔

(۸) مدینہ کو سیلاب سے بچانے کے لیے ایک بند تعمیر کرایا۔

(۹) جگہ جگہ پانی کی نہریں نکلوائیں۔ مدینہ اور دوسرے شہروں میں نئے کنویں کھدوائے۔ غرض تعمیرات عامہ کے پیش نظر دوسرے شہروں میں بھی سرکاری عمارتیں، سڑکیں وغیرہ تعمیر کرائیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے رفاہ عامہ کے بہت کام کرائے۔

(۱۰) عرب میں اسلام سے پہلے سونے اور چاندی کے ایرانی اور رومی سکے رائج تھے۔ آنحضرت ﷺ اور خلیفۂ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وقت میں یہی سکے چلتے تھے۔ جب ایران فتح ہو گیا تو 18ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم سے ایرانی سکوں کے نمونوں پر مختلف وزن کے درہم ڈھالے گئے اور نقش میں تبدیلی کر دی گئی کسی پر لا الہ الا اللہ اور کسی پر محمد رسول اللہ اور کسی پر صرف عمر تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو درہم و دینار ڈھالے گئے ان کا نقش ”اللہ اکبر“ تھا۔

خلیفۂ راشد کے خلاف زیر زمین سازش:

کوفہ کی ایک جماعت جس میں اشتر نخعی، ابن ذی الحبکہ، جندب، صعصعہ بن الکوار، کمیل اور عمیر بن ضابی وغیرہ خاص طور پر شامل تھے، ان کا خیال تھا کہ ملک کی امارت اور سیاست پر صرف قریش کا حق نہیں۔ دوسرے مسلمانوں نے بھی ملک فتح کیے ہیں، اس لیے وہ بھی اس کے مستحق ہیں۔ اسی طرح بصرہ میں بھی ایک سازشی جماعت تھی۔ مفسدین کا سب سے بڑا مرکز مصر تھا جہاں ایک یہودی النسل عبداللہ بن سبا نے الگ فرقہ بنایا ہوا تھا۔

یہ سب گروہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے اور بنوامیہ کے خاتمے پر متفق تھے۔ عبداللہ بن سبا نے ان سب جماعتوں کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی مخالفت پر متحد کر دیا۔ اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ اقدام کیا کہ انھوں نے تمام گورنروں کو مدینہ منورہ میں طلب کیا اور مجلس شوریٰ بلائی گئی جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مختصر تقریر کے بعد سب کی رائے طلب کی۔ ملک کے مختلف حصوں میں حالات کی تحقیق کے لیے وفود روانہ کیے۔ تمام ملک میں ہنگامی اعلان جاری کیا کہ جس کسی کو گورنر سے شکایت ہو وہ حج کے موقع پر خلیفہ سے بیان کرے۔

حج سے چند دن پہلے بصرہ، کوفہ اور مصر کے فتنہ پردازوں نے آپس میں طے کر کے اپنے اپنے شہر سے حاجیوں کے روپ میں مدینہ منورہ کا رخ کیا۔ شہر سے باہر قیام کر کے اپنے چند سرکردہ افراد کو باری باری حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ **(تاریخ طبری، البدایہ والنہایہ)**

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مفسدین کے اجتماع کی خبر سنی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ان لوگوں کو راضی کر کے واپس بھیج دیں۔ میں ان کے جائز مطالبات تسلیم کر لوں گا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سمجھانے پر وہ واپس چلے گئے، لیکن پھر بعد میں مسلّح ہو کر مدینہ میں داخل ہو گئے، ان کی تعداد 500 کے قریب تھی۔

اکثر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ازواج مطہرات رضی اللہ عنہ حج پر گئے

ہوئے تھے۔ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے انہیں بھی خلیفہٴ وقت کی طرف سے مقابلے کی اجازت نہیں تھی، بلکہ سخت ممانعت تھی۔ باغی انتقام انتقام کے نعرے لگا رہے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے خلافت سے دست بر داری کا بھی مطالبہ کر دیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے مفسدین سے فرمایا: ”جب تک مجھ میں جان باقی ہے، میں اس خلعت (خلافت) کو جو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنائی ہے، خود اپنے ہاتھوں سے نہیں اتاروں گا اور حضور ﷺ و کی صیت کے مطابق میں اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک صبر کروں گا“۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خلافت سے کنارہ کشی کا مطالبہ مسترد کر دیا تاکہ دستور اسلامی کی حفاظت ہو سکے، تو مفسدین نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا جو چالیس روز سے زائد تک جاری رہا، اس عرصہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور ان کے اہل خانہ کا کھانا پینا بند کر دیا گیا اور ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وغیرہ کو بھی یہ چیزیں نہ لے جانے دیں۔

باغیوں نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ، حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی ایک نہ سنی اور جب خلیفہ راشد کے ان ساتھیوں نے جو اس وقت قصر خلافت میں ایک بڑی

تعداد میں موجود تھے، مفسدین سے جنگ کرنے کی اجازت طلب کی تو فرمایا: ”میں باہر نکل کر ان سے جنگ کروں تو میں وہ پہلا خلیفہ نہیں بننا چاہتا جو امت محمدی کی خونریزی کرے“۔ پھر فرمایا ”اگر ایک شخص کا بھی ارادہ ہو تو میں اس کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ میرے لیے اپنا خون نہ بہائے“۔ گورنر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شام چلے آنے کی درخواست بھی مسترد کردی کہ میں دیارِ رسول کو نہیں چھوڑنا چاہتا۔ جمعرات کو آپ رضی اللہ عنہ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ و حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں اور ان سے فرما رہے ہیں: عثمان! جلدی کرو ہم تمھارے منتظر ہیں۔ (البدایہ والنہایہ)

شہادت:

باغیوں کو خطرہ تھا کہ حج کے ایام ختم ہونے والے ہیں، حجاج کی واپسی کے بعد ان کے لیے اپنے مقصد کی تکمیل ممکن نہ رہے گی، چنانچہ بالآخر انھوں نے آپ رضی اللہ عنہ کے گھر پر حملہ کر دیا۔ حضرت زیاد، حضرت مغیرہ اور حضرت نیار اسلمی رضی اللہ عنہم شہید ہوگئے، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ، مروان بن حکم اور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ جو دروازے پر متعین تھے، مدافعت میں شدید زخمی ہوئے۔

چار باغی دیوار سے اندر کود گئے اور آپ رضی اللہ عنہ پر پے در پے وار شروع کر دیے۔ آپ کی بیوی نائلہ نے آگے ہاتھ کیا جس سے ان کی بھی تین انگلیاں کٹ گئیں، بالآخر بروز جمعہ بوقتِ عصر روزے کی حالت میں تلاوت

قرآن کے دوران ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ کو انتہائی مظلومانہ طریقے سے خلیفہ ثالث، جامع القرآن، کامل الحیاء والعرفان حضرت سیدنا عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت ہوگئی۔ شہادت کے وقت قرآن مجید کھلا ہوا تھا اور آپ رضی اللہ عنہ سورۃ بقرہ کی تلاوت فرمارہے تھے، آپ رضی اللہ عنہ کے جسم اطہر سے فواروں کی طرح نکلنے والے خون کے پہلے قطرے کو قرآن مجید نے اپنے اندر جذب کیا اور اس آیت پر آپ کا لہو مبارک گرا: ''فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ'' (اور اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لیے کافی ہو جائے گا)

شہادت سے پہلے آپ رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ آخری کلمہ نکلا: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ (اللہ کے نام کی برکت سے، میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر سن کر بڑے افسوس سے فرمایا: ''اے لوگو! اب تم پر ہمیشہ تباہی رہے گی''۔ ان کی یہ بات محض ان کے ظن و تخمین کی پیداوار نہ تھی بلکہ مخبر صادق ﷺ نے خود بھی اس بات کی نشان دہی فرمائی تھی کہ ۳۵ھ میں اسلام کی چکی گھومے گی اور یہ بھی فرمایا تھا کہ جب ایک بار مسلمانوں کے درمیان تلوار چل پڑے گی تو وہ پھر کبھی نیام میں نہ جاسکے گی۔

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ یا حضرت جبیر رضی اللہ عنہ بن مطعم نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع کے باغ میں دفن کر دیے گئے۔ اس شنیع جرم میں مصر، کوفہ اور بصرہ سے آئے ہوئے باغی گروہ شریک تھے۔ یہ ایک اجتماعی فتنہ تھا جس کی جڑیں سبائی سازش میں پیوست تھیں۔

حاصل ہونے والے اسباق:

- سیدنا عثمانؓ نے اپنی جان دے دی لیکن مسلمانوں کی تلواریں آپس میں چلنے کو پسند نہ کیا، جو امت کی وحدت کے لیے عظیم قربانی ہے۔

من گھڑت افواہیں اور جھوٹا پروپیگنڈا کسی بھی مستحکم معاشرے کو اندر سے کھوکھلا کر سکتا ہے۔

- آپؓ نے آخری وقت تک تلاوتِ قرآن کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنائے رکھا، یہاں تک کہ خون کے قطرے قرآنِ مجید پر گرے۔

شہادتِ سیدنا حسینؓ و شہدائے کربلا

سیدنا حسین بن علیؓ، نواسہ رسول، تاریخِ اسلام کی وہ عظیم شخصیت ہیں جنہوں نے اصولوں کی خاطر سب کچھ قربان کر دیا۔

نبی اکرم ﷺ کی احادیث میں حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی پیشین گوئی پر مبنی روایات ملتی ہیں، جن میں سے چند ذیل میں درج کی جا رہی ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "بارش کے فرشتے نے اللہ کے رسول کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، آپ نے اسے شرفِ باریابی کا موقع دیا اور ساتھ ہی ام المؤمنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: دروازے کی طرف دھیان رکھنا تاکہ کوئی اندر نہ آنے پائے لیکن حضرت حسین رضی اللہ عنہ کودتے پھاندتے اللہ کے رسول تک پہنچ گئے اور

آپکے کندھے مبارک پر کودنے لگے۔

فرشتے نے فرمایا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ اس سے محبت کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: کیوں نہیں۔ فرشتے نے کہا: آپ کی امت اسے قتل کردے گی اور اگر آپ چاہیں تو وہ مٹی لاکر آپ کو دکھلادوں، جہاں اسے قتل کیا جائے گا، پھر فرشتے نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور لال رنگ کی ایک مٹھی مٹی اللہ کے رسول کے سامنے رکھ دی۔" **(مسند احمد)**

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں: 'ٹھیک دوپہر کے وقت اللہ کے رسول کو ہم نے خواب میں دیکھا کہ آپ کے بال اور چہرہ مبارک غبار آلود ہیں اور آپ کے ساتھ ایک شیشی ہے، جس میں خون ہے۔ ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! یہ کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔" **(مسند احمد)**

اسی معنیٰ میں ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے سنن الترمذی میں بھی موجود ہے، جس میں یہ اضافہ بھی ہے: "حدیث کے راوی عمارؒ بیان فرماتے ہیں کہ جب حساب لگایا گیا تو خواب دیکھنے کا دن وہی تھا، جس میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واقعہ پیش آیا تھا۔"

سیدنا حسینؓ کی ولادت سے پہلے بھی بشارتیں ملتی رہیں، جیسا کہ مستدرک کی روایت ہے: "حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ ابھی شکم مادر ہی میں تھے، کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کی اہلیہ ام الفضل لبابہ بنت

الحارثؓ نے ایک خواب دیکھا، کہ کسی نے رسول اللہ ﷺ کے جسدِ اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹ کر ان کی گود میں رکھ دیا۔ انہوں نے آں حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ہے، جو ناقابلِ بیان ہے۔

آپؐ نے فرمایا: بیان کرو، آخر کیا خواب ہے؟ رسول اللہ کے اصرار پر انہوں نے خواب بیان کیا۔ خواب سن کر آپ نے فرمایا:

"یہ تو نہایت مبارک خواب ہے، فاطمہؓ کے لڑکا پیدا ہو گا اور تم اسے گود میں لو گی۔"

کچھ دنوں کے بعد اس خواب کی تعبیر حضرت سیدنا حسینؓ کی ولادت کی شکل میں ملی۔ حضرت ام الفضلؓ نے نہ صرف دایہ کے فرائض انجام دیئے، بلکہ اپنے بیٹے کے ساتھ ساتھ حضرت حسینؓ کو بھی دودھ پلایا۔ **(مستدرک حاکم، م شکوۃ)**

حضرت سیدنا حسین بروز ہفتہ 4 شعبان 4 ہجری کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت کے موقعے پر رسول اللہ تشریف لائے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمانے لگے: بچے کو دِکھاؤ، کیا نام رکھا؟ نو مولود بچے کو منگا کر آپ نے اس کے کانوں میں اذان دی، پھر حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کو عقیقہ کرنے اور بچے کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کرنے کا حکم دیا۔ ساتویں دن آپؓ کا عقیقہ کیا گیا۔ والدین نے "حرب" نام رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ کو یہ نام پسند نہ آیا تو آپ نے بدل کر "حسین" رکھا۔ **(اُسد الغابہ)**

حضرت سیدنا حسینؓ شکل و صورت ہیں آں حضرت ﷺ اور اپنے

والد بزرگ وار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مشابہ تھے۔ سیدنا حسینؓ کی ذات گرامی قریش کا خلاصہ اور بنی ہاشم کا عطر تھی۔ ذیل میں آپؓ کے فضائل سے متعلق چند احادیث درج کی جاتی ہیں:

۱۔ رسول اللہ نے فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

۲۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں ان دونوں (حسنؓ اور حسین) سے محبت کرتا ہوں، تو بھی ان سے محبت فرما اور جو اِن سے محبت کرتے ہیں ان کو بھی اپنا محبوب بنالے۔

۳۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حسینؓ مجھ سے ہے اور میں حسینؓ سے ہوں، جو حسین سے محبت رکھے، اللہ اس سے محبت رکھے۔

۴۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے اللہ! میں حسینؓ سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی اس سے محبت فرما۔

۵۔ آپ ﷺ فرمایا: جس کو یہ بات اچھی لگے، کہ وہ جنتی شخص کو دیکھے، تو اسے چاہیے کہ (حضرت) حسینؓ بن علیؓ کو دیکھ لے۔

۶۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے ان دونوں (حسنؓ اور حسین) سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان دونوں کو ناراض کیا، اس نے مجھے ناراض کیا۔ **(یہ احادیث بخاری مسلم، ترمذی، ابن ماجہ، مستدرک حاکم، کنزالعمّال سے لی گئی ہیں)۔**

حضرت حسینؓ کے بچپن کے حالات میں صرف ان کے ساتھ آں حضرت ﷺ کے پیار و محبت کے واقعات ملتے ہیں۔ حضور روزانہ دونوں

نواسوں کو دیکھنے کے لیے حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے جاتے، ان سے پیار کرتے، انھیں کاندھے پر اٹھاتے، جھولا جھلاتے، گود میں اٹھا کر باہر تشریف لاتے تھے۔

حضرت حسینؓ کی عمر مبارک ابھی صرف 7 برس تھی کہ نانا جان سید نا رسول اللہ ﷺ کا سایۂ شفقت سر سے اٹھ گیا۔

سید نا صدیق اکبر و فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے ادوارِ خلافت میں بھی حضرت حسینؓ کم عمر تھے۔ ان حضرات کی طرف سے حضرت حسینؓ کے ساتھ ویسی ہی محبت و شفقت اور حسن سلوک کا برتاؤ کیا جاتا رہا، جیسا نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے تھے۔ تفصیلات موجبِ طوالت ہوں گی، فتوح البلدان، تاریخ بغداد، کتاب الثقات میں ایسے متعدد واقعات دیکھے جا سکتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور میں دونوں صاحبزادگان جوان ہو چکے تھے اور امور مملکت کی انجام دہی میں بھی والد گرامی کے شانہ بشانہ رہتے تھے۔

جنگ جمل اور جنگ صفین میں اگرچہ اپنے والد کی طرف سے شریک ہوئے، تاہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسرے صحابہؓ، جو متحارب فریق تھے، کے ساتھ بھی ادب واحترام کا تعلق برقرار رکھا، یہاں تک کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ جنگ جمل سے لوٹنے لگیں، تو حضرت حسنؓ و حسینؓ ان کو الوداع کہنے والوں میں سب سے آگے تھے۔

جنگ جمل کے بعد خوارج کے ساتھ تمام صحابہ، جن میں دونوں فریق شامل تھے، نے مل کر جو جنگ نہروان لڑی، اس میں بھی حضرت حسینؓ پیش

پیش رہے۔جب 6 ماہ خلافت کرنے کے بعد حضرت حسنؓ، حضرت معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے اور ان کے ہاتھ پر بیعت کی، تو حضرت حسینؓ نے بھی ان کے ساتھ ہی امیر المؤمنین کی بیعت کی۔ **(تاریخ ابن عساکر، فتح الباری شرح بخاری، مصنف ابن ابی شیبہ)**

اس کا ثبوت حضرت معاویہؓ کے دور میں ہونے والے جنگی معرکوں میں حضرت حسینؓ کی شرکت سے بھی ملتا ہے۔ **(البدایہ والنہایہ)**

خلافت سے دستبرداری کے بعد حضرات حسنین کریمینؓ ہر سال وفد کی صورت میں اپنی اولاد اور اہل خانہ کے ہمراہ حضرت معاویہؓ کے ہاں جاتے، قیام کرتے تھے۔ **(تاریخ ابن عساکر، البدایہ والنہایہ، سیر اعلام النبلاء)**

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا دل دوز واقعہ بروز جمعہ، 10 محرم الحرام 61 ہجری کو پیش آیا۔س وقت آپؓ کی عمر 58 سال کے قریب تھی۔ کربلا کے میدان میں حضرت حسینؓ کے ساتھ 72آدمی شہید ہوئے۔ان میں سے 20 خاندانِ بنی ہاشم کے چشم و چراغ تھے۔اہل بیت نبوی ﷺ میں زین العابدین، حسن بن حسین، عمرو بن حسن اور کچھ شیر خوار بچے باقی رہ گئے تھے۔زین العابدینؒ بیماری کی وجہ سے چھوڑ دیے گئے اور بچے شیر خواری کی وجہ سے بچ گئے۔حضرت سیدنا حسین نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں۔آپ کی اولاد میں سے علی اکبرؒ، عبداللہؒ اور ایک چھوٹے صاحبزادےؒ واقعہ کربلا میں شہید ہوئے۔ سید نا زین العابدینؒ باقی تھے۔انہی سے نسل چلی۔ صاحبزادیوں میں سکینہ، فاطمہ اور زینب رضی اللہ عنہن تھیں۔

حاصل ہونے والے اسباق:

- چاہے حالات کتنے ہی ناسازگار کیوں نہ ہوں، حق پر ڈٹ جانا مؤمن کا شیوہ ہے۔ سیدنا حسینؓ نے ثابت کیا کہ باطل اور جابر کے سامنے سر جھکانے سے سر کٹوا دینا بہتر ہے۔ اہل بیت کی قربانیاں ہمارے ایمان کا حصہ ہیں اور ان سے سچی محبت و عقیدت دین کی بنیاد ہے۔

اختتامی پیغام

یہ تمام عظیم الشان شہادتیں دراصل اسلام کے ستونوں کی محافظ تھیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عدل کی، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے صبر و وحدت کی اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے استقامت کی لازوال مثالیں قائم کیں۔ اہل سنت والجماعت مسلکِ دیوبند کا یہ متفقہ موقف ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ معیارِ حق ہیں اور ان کی محبت ایمان کا لازمی جزو ہے۔ ان کے درمیان پیش آنے والے اختلافات میں خاموشی اور حسنِ ظن رکھنا چاہیے، اور ان کی شہادتوں سے سبق حاصل کر کے اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھالنا چاہیے۔

اسلامی سال کے آغاز اور اختتام پر پیش آنے والی ان عظیم شہادتوں میں امتِ مسلمہ کے لیے بے شمار عبرتیں اور نصیحتیں پوشیدہ ہیں، جن میں سے چند اہم درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت حسینؓ، ان تینوں عظیم ہستیوں نے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، لیکن حق، عدل اور دین کے بنیادی اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ اس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ

مؤمن کی زندگی کا اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ہے، خواہ اس کے لیے اپنی جان کی قربانی ہی کیوں نہ دینی پڑے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مومنوں میں کچھ ایسے مرد ہیں جنہوں نے اللہ سے کیا ہوا عہد سچا کر دکھایا، پھر ان میں سے بعض نے اپنی نذر پوری کر دی اور بعض انتظار میں ہیں، اور انہوں نے اپنے رویے میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ (الاحزاب 23)

۲۔ان تینوں شہادتوں کے پس منظر کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ فتنہ، انتشار، افواہ سازی اور امت کی وحدت کو نقصان پہنچانے والی تحریکیں بالآخر خونریزی پر منتج ہوتی ہیں۔قرآن کریم فرماتا ہے:

والفتنة أشد من القتل (البقرة 191)

یعنی فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین ہے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت امت میں فتنوں کے ایک ایسے دروازے کے کھلنے کا سبب بنی جس کے اثرات بعد کے ادوار تک محسوس کیے گئے۔

۴۔ حضرت عمرؓ نے اپنی شہادت کے وقت بھی امت کے نظم و اتحاد کی فکر فرمائی۔ حضرت عثمانؓ نے خانہ جنگی سے بچنے کے لیے اپنی جان قربان کر دی۔

۵۔ حضرت حسینؓ کی شہادت نے امت کو یہ سبق دیا کہ داخلی اختلافات جب شدت اختیار کر لیں تو ان کے نتائج کتنے المناک ہو سکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیعًا وَلَا تَفَرَّقُوا" (آل عمران 103)

۶۔حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت حسینؓ، ان تینوں نے قیادت کو اقتدار نہیں بلکہ امانت سمجھا۔ ان حضرات کی زندگیاں اس حقیقت کی روشن مثال ہیں کہ منصب عزت حاصل کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ جواب دہی اور قربانی کا میدان ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے اور ہر شخص سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ **(صحیح بخاری)**

۷۔ان عظیم شخصیات کی شہادتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندوں کو بھی سخت ترین آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔آزمائش اللہ تعالیٰ کی ناراضی کی علامت نہیں بلکہ درجات کی بلندی کا ذریعہ بھی ہوسکتی ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سب سے زیادہ سخت آزمائش انبیاء پر آتی ہے، پھر ان لوگوں پر جو ان کے زیادہ مشابہ ہوں۔ **(جامع الترمذی)**

۸۔ان واقعات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کو بعض اوقات شہادت جیسا عظیم انعام عطا فرماتا ہے۔اسی لیے قرآن کریم نے شہداء کو مردہ کہنے سے منع فرمایا اور ان کے زندہ ہونے کی خبر دی۔

۹۔ان واقعات کا مقصد مسلمانوں کے درمیان نفرتیں پیدا کرنا نہیں، بلکہ اپنے کردار، ایمان، صبر، عدل، استقامت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔ یہی وہ سبق ہے جو ان عظیم شہداء کی زندگیاں اور ان کی شہادتیں امت کو دیتی ہیں۔

وما توفیقی إلا باللہ

دار التصنیف والتحقیق (ریسرچ اینڈ ریسورس سینٹر)

● اس شعبے کے قیام کا مقصد جہاں دیگر تصنیفی خدمات ہیں وہیں ایک ایسی شاہکار تفسیر کی تیاری اور اشاعت ہے جو عوام الناس کو عام فہم اسلوب میں پیغامِ الٰہی سے روشناس کرا سکے، الحمدللہ! تفسیر ''روح القرآن'' اسی شعبے کے تحت جامعہ کے رئیس حضرت مفتی محمد نعیم صاحب رحمہ اللہ کی نگرانی میں تیار ہو رہی تھی جواب ان کے جانشین مولانا ڈاکٹر نعمان نعیم کی نگرانی میں اختتامی مراحل میں داخل ہو چکی ہے، الحمدللہ اس تفسیر کو اہل علم طبقے کے ساتھ ساتھ عوام الناس میں بڑی پذیرائی حاصل ہوئی ہے اور جید علمائے کرام نے اسے پسند فرمایا ہے۔

● شعبۂ دار التصنیف کے تحت دیگر نصابی اور غیر نصابی کتب بھی زیر طبع ہیں اور مختلف زبانوں میں بہت سی کتب شائع ہو چکی ہیں، اس شعبہ کے تحت ماہانہ موضوعاتی رسائل کا سلسلہ بھی چل رہا ہے، جسکی اشاعت ہر ماہ تسلسل کے ساتھ جاری ہے۔

● ماہانہ سلسلہ وار اصلاحی رسائل کی تعداد:

160 اس شعبہ کے تحت شائع ہونے والی اہم تصنیفات:

1۔ تفسیر روح القرآن 8 جلد مکمل 2۔ خمیری مسلمان 3۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 4۔ نماز (سوالاً جواباً) 5۔ تفسیر دورِ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہؓ میں 6۔ تفسیر سورہ یاسین 7۔ فضائل قرآنِ عظیم 8۔ مستشرقین (تعارف، افکار و عزائم)

آئیں! اصلاحِ اُمت کے مشن کا حصہ بنیں!

جامعہ بنوریہ عالمیہ اپنے قیام سے لے کر اب تک الحمدللہ دینی خدمات کے ساتھ ساتھ وقت کی فکری اور عملی ضرورتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے تحریری میدان میں بھی امت کی راہ نمائی کا فریضہ بحسن وخوبی انجام دے رہا ہے۔ اس مبارک سلسلے کا آغاز "ماہنامہ البنوریہ" سے ہوا تھا، اس کے بعد "ہفت روزہ اخبار المدارس" کی اشاعت کے ذریعے اس سلسلے کو وقت کے تقاضوں سے ہم کیا گیا۔ پھر ضرورت اس بات کی محسوس کی گئی کہ ہر مہینے کی مناسبت سے امت کی فکری وعلمی راہ نمائی کی جائے تاکہ وہ عمل وکردار کی راہوں میں کامیابی سے اپنا سفر جاری رکھ سکے۔ چنانچہ شعبہ تصنیف وتحقیق کے تحت درج ذیل نظم قائم ہے:

سلسلہ اصلاحِ اُمت (ماہانہ رسائل)

یہ سلسلہ 2011ء سے تاحال پوری کامیابی سے جاری ہے۔ یہ رسائل کثیر تعداد میں شائع ہوکر ممبران کو بذریعہ ڈاک بھجوائے جاتے ہیں اور کراچی کی نمایاں مساجد، لائبریریز، ہسپتالوں اور عوامی انتظار گاہوں میں بھی رکھے جاتے ہیں۔

سہ ماہی مجلہ "التجدید"

اس کے علاوہ ہر تین ماہ بعد ایک وقیع فکری مجلہ بھی شائع کیا جاتا ہے۔ بروقت اشاعت، طباعت اور فوری ترسیل کے اخراجات پورے کرنے کے لیے مالی تعاون ناگزیر ہے۔ آپ حضرات سے گزارش ہے کہ حسب توفیق (ماہانہ، سہ ماہی یا سالانہ بنیاد پر) تعاون فرمائیں۔

ماہانہ ممبرشپ: صرف 3000 روپے

(کم زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔)

تمام ممبران کو ماہانہ رسائل اور سہ ماہی مجلہ مستقل بنیادوں پر بذریعہ ڈاک ارسال کیے جاتے ہیں۔

آپ کا تعاون صدقہ جاریہ اور آنے والی نسلوں کی دینی تربیت میں معاون ثابت ہوگا۔

ٹیلیفون: 021-32575228_021-32575229

موبائل/واٹس ایپ: 03222-2394550 (مولانا محمد جنید صاحب)